تاریخ اپنے آپ کو نہیں دوہراتی

تحریر: سہیل احمد لون

پیرس میں ہونے والے دہشت گردی کے سانحہ کے بعد یورپ، برطانیہ سمیت دیگر مغربی ممالک میں اس کا ردعمل اور اثرات واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ترکی نے روس کا لڑاکا طیارہ مار گرایا جو بقول ترکی ان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔طیارہ مار گرانے میں صرف سترہ سیکنڈ لگائے گئے اس سے پہلے روسی پائلٹ کو بقول ترکی ترجمان وارننگ بھی دی گئی۔ترکی مشرقی یورپین زیادہ جدید اور بہتر معاشی حالت میں ہونے کے باوجود آج تک یورپی یونین میں شامل نہیں کیا گیا جس کی بنیادی وجہ مسلمان اکثریتی آبادی اور اس کی جغرافیائی پوزیشن بھی ہے۔مگر اس وقت اسے برطانیہ سمیت تمام یورپین ممالک کی حمایت اس لیے حاصل ہے کہ اس کی سرزمین کی اہمیت وہی ہے جو کبھی سرد جنگ میں پاکستان کی ہوا کرتی تھی۔روسی طیارہ گرانے کے بعد ترکی کو روس کی طرف سے شدید ردعمل کا سامنا بھی ہے مگر ساتھ ساتھ برطانیہ، یورپ اور امریکہ بہادر کا آشرباد بھی۔ان دنوں برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون وہی کردار ادا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں جو کبھی ٹونی بلیئر نے کیا تھا۔ٹونی بلیئر نے عراق میں فوجیں بھیجنے کا فیصلہ کیا جس کے بعد برطانیہ کے معاشی استحکام کا گراف نیچے گرنا شروع ہوگیا۔ظاہر ہے جنگ میں بارود سے انسان ہی ہلاک نہیں کیے جاتے اس میں ملکوں کے معاشی شہ رگ پر بھی چھری چلتی ہے۔امریکہ شاید ایسا ملک ہے جس کی معیشت کا انحصار ہی اسلحہ سازی اور اُس کی فروخت پر ہے لہذا اسے معیشت بہتر بنانے کے لیے جنگ ہی سوٹ کرتی ہے سو وہ اپنے مال کی کھپت کیلئے ہمیشہ دنیا کا کوئی نہ کوئی حصہ منتخب کیے رکھتا ہے اور اس میں اُن ممالک کو بھی شامل کرنے میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتا ہے جن کی معیشت بہتر ہو۔ٹونی بلیئر نے جب بش انتظامیہ کا ساتھ دیا تو جو برطانوی عوام کا ردعمل آیا اُس میں لوگ اس حق میں نہیں تھے کہ برطانوی فوج عراق میں بھیجی جائے۔ابھی ٹونی بلیئر کے اپنے اس اقدام پر معافی مانگے ہوئے چند دن ہی گزرے ہیں کہ وہی کام ڈیوڈ کیمرون کرنے کو مچل رہے ہیں۔ڈیوڈ کیمرون اپنے گزشتہ دور حکومت میں بھی اس خواہش کا اظہار کر چکے ہیں مگر اس وقت بھی عوامی ردعمل اتنا شدید تھا کہ وہ اپنی دیرینہ خواہش پوری نہ کرسکے۔اب دوبارہ انہوں نے شام میں اپنی فوجیں بھیجنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔جس پر لیبر پارٹی کے سربراہ Jeremy Corbyn نے شدید مخالفت کی ہے۔ملک بھر میں بیس مقامات پر احتجاجی ریلیاں نکالیں گئیں جس میں سب سے بڑا احتجاجی مظاہرہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اور ٹین ڈاؤننگ سٹریٹ پر کیا گیا۔اس موقع پر لوگوں نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر Do not bomb Syria درج تھا۔لوگوں نے احتجاجی دھرنا دیا، احتجاج میں حزب اختلاف کے سیاسی رہنماؤں کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں بھی شریک تھے جن میں فلم ساز Ken Loach، مزاحیہ اداکار Frankie Boyle بھی شامل تھے۔ان کا موقف تھا کہ دہشت گردی کو ریاستی دہشت گردی سے ختم کیا جاسکتا تو گزشتہ چودہ برسوں سے جتنا گولہ بارود برسایا جاچکا ہے اب تک حالات نارمل ہو چکے ہوتے۔بدقسمتی سے اگر کہیں دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس میں

معصوم شہری جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اس کے ردعمل میں ریاستی دہشت گردی ہوتی ہے جس سے پھر معصوم شہری ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ جتنی تباہی اور انسانی جانوں کا ضیاع عراق میں کیا گیا اتنا روانڈا میں بھی نہیں ہوا تھا۔ برطانیہ نے جب سے war on terror میں حصہ لیا ہے اس کے بعد ملک میں معاشی بدحالی بڑھتی جا رہی ہے۔ کنزریٹو پارٹی کے دوبارہ اقتدار میں آنے سے غریب کا جینا اور بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں سٹوڈنٹ فیس میں تین گناہ اضافہ کیا گیا ہے۔ طلبہ یونین کے احتجاجی مظاہرے بھی فیسوں کو کم نہ کروا سکے۔ پڑھائی کے لیے مختلف گرانٹس بھی بہت کم کر دی گئیں یا ختم کر دی گئیں۔ لندن یورپ کے تمام شہروں سے پبلک ٹرانسپورٹ کے کرایوں کے حوالے سے سب سے مہنگا شہر ہے اور گزشتہ آٹھ برسوں میں تقریباً چالیس فیصد کرایوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ موجودہ حکومت اس وقت نیشنل ہیلتھ سروسز NHS کو بھی پرائیویٹ کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے اور کئی علاقوں میں ہسپتال ختم کرنے یا اس کی مختلف یونٹس ختم کرنے کا اعلان بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ جس پر لوگ ای پٹیشن کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ چائلڈ ٹیکس کریڈٹ پر بھی سرمایہ دارانہ چھری مارنے کی بھرپور کوشش کی گئی مگر حزب اختلاف کی شدید اپوزیشن سے یہ خطرہ فی الحال ٹل گیا ہے۔ ڈیوڈ کیمرون بہت دیر تک یوٹرن والی پوزیشن میں نہیں رہیں گے بلکہ وہ ایک مرتبہ پھر متوسط طبقہ کو غربت کی لکیر تک لے جانے کی کوشش ضرور کریں گے۔ لندن میں ہاؤسنگ کرائسس اتنے عروج پر ہیں کہ لندن کے میئر کے انتخابات وہی امیدوار جیتے گا جو ہاؤسنگ کرائسس پر قابو پانے کی بہتر حکمت عملی سامنے لائے گا۔ اس معاملے میں صادق خان کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے، ویسے ملک ریاض کی خدمات حاصل کر لیں تو شاید اس مسئلے کا حل بھی نکل آئے۔ مشرقی یورپین ممالک کے باشندوں کی آمد سے کام کرنے کے مواقع کم اور جرائم کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ سیکورٹی خدشات بڑھنے کے باوجود موجودہ حکومت پولیس کی نفری میں اس لیے کمی کرنا چاہتی ہے تاکہ بچت کی جا سکے۔ ملک میں ہیلتھ، ایجوکیشن، روزگار، سیکورٹی اور ہاؤسنگ جیسے مسائل بڑھ رہے ہیں جس کی وجہ بجٹ کا زیادہ حصہ دہشت گردی کے نام پر جاری جنگ پر خرچ کیا گیا ہے۔ شام میں اگر برطانیہ اپنی فوجیں اتارے گا تو حالات مزید ابتر ہوں گے۔ جیسے وطن عزیز میں نون لیگ تمام خرابیوں کا ذمہ تحریک انصاف کے دھرنے پر ڈال کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتی ہے اسی طرح برطانوی سیاست دان تمام خرابیوں کی وجہ غیر ملکوں، مہاجرین کو قرار دے کر اپنی نااہلی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ جہاں آپ بمباری کریں گے تو لوگ اپنی جان بچانے کے لیے انہیں ممالک میں پناہ لینے آئیں گے جہاں وہ یہ سمجھیں کے ان پر بمباری نہیں ہو گی۔ شام، لیبیا، فلسطین، عراق اور دیگر ممالک میں دہشت گردی کے نام پر جہاں بھی بمباری کی گئی وہاں ہلاک ہونے والوں کی اکثریت نہتے معصوم سولین کی ہی ہے۔ موجودہ حالات میں اگر جارحانہ سوچ کو تبدیل نہ کیا گیا تو جنگ شام تک ہی محدود نہیں رہے گی اس کی لپیٹ میں انسانی حقوق کے علمبردار ممالک بھی آئیں گے۔ جو پیسہ اور توانائی جنگ میں برباد کرنی ہے بہتر ہے اس کو عوامی مسائل حل کرنے میں لگایا جائے۔ برطانیہ جس کا کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا پے در پے جنگوں سے سمٹتا جا رہا ہے۔ جنگ عظیم دوئم میں بظاہر برطانیہ جیت گیا تھا لیکن فتح کا سورج امریکہ کا طلوع ہوا تھا اور پھر اُس کے بعد برطانیہ اپنی تاراج کی ہوئی کالونیوں پر بھی قبضہ برقرار نہ رکھ سکا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ ایک نئی جنگ کا اتحادی بننے سے طاقت برطانوی حدود سے نکل کر دنیا بھر میں تقسیم ہوتی رہی اور ابھی کل کی بات ہے کہ امریکی مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے پہلے افغانستان

اور پھر عراق پر حملے نے مشرق وسطٰی کی جنگ افریقا تک پھیل گئی۔جنگ جنگل کی آگ کی طرح ہوتی ہے جب یہ پھیلنا شروع ہو جائے تو پھر سب کچھ جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔بڑے بحری جہاز اور بڑی ریاستیں ڈوبتے اور ٹوٹتے وقت لے جاتی ہیں لیکن مسلسل جنگ کے نتیجہ میں طاقت ور ہمیشہ طاقت ور نہیں رہتا اور کمزور جنگ کے نت نئے طریقے دریافت کر لیتے ہیں۔کمزوروں کے پاس ہارنے کیلئے کچھ نہیں ہوتا اور طاقت ور کے پاس بچتا کچھ نہیں جنگوں کی تاریخ کا یہی انجام ہے جس سے دنیا کے مہذب اور ذہین انسانوں کو سبق سیکھنا چاہیے ۔انسانوں کو قتل کر کے انسانوں کو سکھ نہیں دیا جا سکتا۔کسی ریاست میں بسنے والی معصوم آبادی کو آگ اور خون میں نہلا کر آپ دنیا میں امن قائم نہیں کر سکتے۔ڈیوڈ کیمرون نے بھی ٹونی بلیئر والی تاریخ دہرائی تو شاید ان کو معافی مانگنے کا موقع بھی نہ ملے اور تاریخ بھی ان کو معاف نہ کرے کیونکہ تاریخ کبھی بھی اپنے آپ کو دوہراتی نہیں ہے انسان اپنی غلطی دوہرا کر جب وہ نتائج حاصل کرتا ہے جو اُس نے ماضی میں حاصل کیے ہوتے ہیں تو مردہ تاریخ پر زندہ انسانوں کا قتل ڈالنے کیلئے کہہ دیتا ہے کہ ''تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے''۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن-سرے

29-11-2015.

sohailloun@gmail.com